قسط ۳

معانی القرآن للفرّاء کی خصوصیتیں

غلام مرتضیٰ آزاد

قالوا انّ هذان لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرهما۔ (سورۃ طٰہٰ: ۶۳)

هذان کے اعراب میں قرّار نے اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے کہ "یہ لحن ہے" پھر بھی ایسا ہی پڑھا جائے گا تاکہ کتاب کی مخالفت لازم نہ آئے۔

ہم سے فرّار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابو معاویۃ الضریر نے اور انھوں نے ہاشم بن عروۃ الزبیر سے اور انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ سے بیان کیا کہ جب ان (حضرت عائشہؓ) سے سورۃ النساء کی آیت لکن الراسخون فی العلم منہم ...... والمقیمین الصلواۃ اور سورۃ المائدہ کی آیت ان الذین آمنوا والذین هادوا والصابئون اور اس آیت انّ هذان لساحران کے اعراب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یا ابن اخی، یہ کاتب کی خطا ہے۔ "ابوعمرو" نے اسے انّ هذین لساحران پڑھا ہے اور اس پر "ابوعمرو" نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس کو کسی صحابی سے یہ روایت پہنچی تھی کہ "انّ فی المصحف لحناً وستقیمہ العرب" الفرّاء کہتے ہیں میں کتاب کے خلاف کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس میں ایک قراءت یوں بھی ہے: انُ هذان لساحران (انّ تبخفیف النون) اور عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں یوں ہے: واسرّ والنجوی ...... اَنُ هذان لساحران (لفتح الهمزۃ و تخفیف النون) اور ابّی کی قراءت میں ہے: اِنُ ذان الاّ ساحران۔

الفرّاء کہتے ہیں مگر ہم تو اسے انّ (بتشدید النون) ہی پڑھیں گے اور هذان کو اسی حالت "رفع" میں رکھیں گے۔ وجہ اور دلیل یہ ہے کہ لغت بنی الحارث بن کعب میں رفع، نصب، خفض بغرض تینوں حالتوں میں تثنیہ کو الف کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے، مجھے ایک اسدی شخص نے بنی الحارث کے ایک شاعر کا یہ شعر سنایا ؎

فاطرق اطراق الشجاع ولو يری   مساغا لناباه الشجاع لصمما

عام قاعدہ کے مطابق (لام) حرف جار کی وجہ سے 'نابیه' ہونا چاہیئے تھا مگر ان کی بولی میں تثنیہ صرف الف نون کے ساتھ ہی بولا جاتا ہے۔ الفرّاء کہتے ہیں اگر حارثی شاعر کا کلام غلط ہوتا تو یہ اسدی اس پر ضرور اعتراض کرتا اس لئے کہ میں نے اس سے فصیح تر آدمی نہیں دیکھا۔ اور روزمرہ میں تو یہ استعمال ہوتا ہی ہے ھذا خط یدا اخی لعینه اور کلا کے بارے میں (جو تثنیہ ہے) عربوں کا اجماع ہے کہ (اگر اس کے بعد ظاہر اسم ہو تو) یہ ہر حالت میں (رفع، نصب، جر) الف کے ساتھ ہی ہوگا۔ بنو کنانہ اگرچہ: رأیت کلی الرجلین اور مررت بکلی الرجلین کہتے ہیں مگر فصحاء اسے پسند نہیں کرتے۔

واشربوا فی قلوبهم العجل بکفرهم (البقرة: ۹۲)

یہاں اصل میں ہے واشربوا فی قلوبهم حُبّ العجل: اور ایسے مواقع میں مضاف کلمے کو عرب اکثر حذف کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے:

واسئل القریة التی کنّا فیها والعیر التی اقبلنا فیها۔ (سورة یوسف: ۸۲)

اور اصل معنی ہے واسئل اهل القریة واهل العیر اسی طرح دوسرے مقام پر ہے۔ ولکن البرّ من آمن بالله (البقرة: ۱۷۷) معناه ولکنّ البر برّ من فعل هذه الافاعیل التی وصف الله عرب کا روزمرہ ہے۔ اذا سرّك ان تنظر الی السخاء فانظر الی هرم او الی حاتم۔ جب تو سخاوت کو دیکھنا چاہے تو ہرم یا حاتم میں سے کسی ایک کو دیکھ لے۔ یعنی الی اهل السخاء۔

واقیموا وجوهکم عند کل مسجد۔ (الاعراف: ۲۹) یعنی جب نماز کا وقت آ جائے اور تم کسی مسجد کے قریب ہو تو وہیں نماز پڑھ لیا کرو اور یہ مت کہو کہ میں اپنے محلّے (قوم) کی مسجد میں جا کر نماز پڑھوں گا۔

هو الذی انزل علیك الکتاب منه آیات محکمات (آل عمران: ۷)

'محکمات' یعنی حلال و حرام بیان کرنے والی اور وہ سورة انعام کی تین آیات ہیں جن میں سے

پہلی آیت ہے قل تعالوا اتلُ ماحرّم علیکم ربکم الخ اس کے بعد کی دو آیات ۔ واخر متشابھات' اور وہ ہیں المّص ، الرآ اور المرآ جو یہود پر مشتبہ ہوگئیں۔

سبحٰن الّذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی ۔ 'الحرام' کا مسجد۔ 'الی المسجد الاقصیٰ' بیت المقدس ۔ الّذی بارکنا حولہ' یعنی بالثمار والانہار۔

و اذا بدّلنا آیۃ مکان آیۃ۔ (النحل: ۱۰۱) 'بدّلنا' کا معنی ہے نسخنا یعنی جب ہم منسوخ کر دیں۔ 'آیۃ مکان آیۃ' کا معنی ہے آیۃ فیھا تشدید مکان آیۃ اللین۔ یعنی جب ہم نرم (حکم والی) آیت کو منسوخ کرکے کوئی شدید (حکم والی) آیت نازل کرتے ہیں تو منکرین کہتے ہیں ....

سفیان ثوری کی تفسیر سے موازنہ

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری۔ کوفہ کے مشہور محدّث تھے ۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۵ھ تک کوفہ میں رہے اس کے بعد بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر آپ کو کوفہ چھوڑنا پڑا ۔ ۱۶۱ھ میں بصرہ میں ان کی وفات ہوئی۔ سفیان بن عینیہ جو الفراء کے اُستاد تھے، سفیان ثوری کے خوشہ چینوں میں سے ہیں۔ سفیان ثوری کی تفسیر بروایت موسیٰ بن مسعود النہدی المشہور بابی حذیفہ، جناب امتیاز علی عرشی صاحب کی مساعی جمیلہ سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔

سفیان ثوری کی تفسیر روایات پر مبنی ہے اور معانی القرآن میں آیات کی تشریح نحوی اور لغوی انداز سے کی گئی ہے، تاہم بعض مقامات پر جہاں روایات کی روشنی میں آیات کی تشریح کی گئی ، دونوں میں ایک حد تک اشتراک ہے۔

سفیان ثوری کی تفسیر میں حسب ذیل ابحاث پر زیادہ زور دیا گیا ہے ۔ (۱) شانِ نزول (۲) صحابہ و تابعین کے اقوال کی روشنی میں بعض حل طلب الفاظ یا آیات کی وضاحت اور (۳) اختلاف القراءات۔ شانِ نزول بیان کرنے میں دونوں تفاسیر متحد اور ہم آہنگ ہیں، اختلاف قراءات بیان کرنے میں الفرّاء کا درجہ بڑھا ہُوا ہے روایات کا ترادف دونوں کے ہاں تقریباً موجود ہے۔ البتہ بعض مقامات پر کچھ

اختلاف بھی ہے جس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ھو الّذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات ھن امّ الکتاب واخر متشابھات۔

(آل عمران: ۷) آیۃ کی تشریح الفرّاء کے قول کے بموجب جیسا کہ گذرا یہ ہے کہ محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں حلال و حرام کے احکام بیان کئے گئے اور 'متشابھات' سے مراد المّٓ، الرٓا اور المرٓا ہیں۔

سفیان ثوری اسی آیت کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

سفین عن سلمة بن بنیط اوجویبر عن الضحاک فی قوله — ھو الّذی انزل علیک الکتاب الآیة۔

قال 'محکمات' الناسخ۔ یعنی محکمات سے مراد ناسخ آیات ہیں۔ 'واخر متشابھات' قال: المنسوخ یعنی متشابہات سے مراد منسوخ آیات ہیں۔ اس مقام پر ابو جعفر طبری نے بھی وہی مطلب بیان کیا جو الفرّاء نے بیان کیا ہے۔

وعلی الّذین یطیقونه فدیة طعام مسکین۔ (البقرة: ۱۸۴)

سلسلۂ روایت۔ سفین، عن، عبدالرحمٰن بن حرملہ، عن، سعید (بن المسیّب)۔

قال: الشیخ الکبیر الّذی یصوم فیعجز والحامل ان یشتد علیھا الصوم لیطعان لکل یوم مسکیناً۔ ترجمہ: وہ معمر شخص جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو اور حاملہ عورت جس پر روزہ گراں گزرے ہر روز (روزہ کے بدلے) ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔ گویا سفیان ثوری کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ الفرّاء کہتے ہیں کہ یہ جملہ 'وان تصوموا خیر لکم' کی وجہ سے منسوخ ہے۔ مزید تشریح آگے آرہی ہے۔

دوسرے ائمہ نحاۃ کی توجیہات سے موازنہ

ابن الندیم نے (الفہرست ص۴۲) میں 'باب الکتب المؤلّفه فی معانی القرآن ومشکله ومجازه' کے تحت اوّلین دور کے متعدد ائمہ نحو کی تفسیروں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اکثر مفقود ہیں۔ ابوالعباس ثعلب کی کتاب 'مجالس ثعلب' میں بعض مقامات پر مجھے الفرّاء، الکسائی، خلیل اور سیبویہ کی بعض آیات سے متعلق تشریحات ملی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

انّ الّذین اٰمنوا والّذین ھادوا والنصریٰ ۔ (البقرۃ : ۶۲)

خلیل نے " ہادوا " کا معنی بیان کیا ہے الّذین تابوا ۔ الفراء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے الذین آمنوا کے بعد کفار کی قسمیں بیان کی ہیں اور ' الّذین ھادوا ' سے مراد یہود ہیں ۔ اور عام طور پر مفسرین نے یہی مفہوم اختیار کیا ہے ۔ [۱]

فآمنوا خیرا لکم ۔ (النساء : ۱۷)

کسائی نے کہا ہے اس کی ترکیب یوں ہوگی فآمنوا یکن خیرالکم ۔ خلیل کا خیال ہے ' خیرا ' کا نصب " افعلوا " کے اضمار کی وجہ سے ہے ۔ الفرّاء کی رائے میں ترکیب یوں ہے ۔ فآمنوا ایمانا خیرًا لکم ۔ [۲]

ولقد مکّناھم فیما ان مکنّاکم فیه ۔ (الاحقاف : ۲۶)

الکسائی کہتے ہیں فی الّذی مکّنّاکم فیه ۔

الفرّاء نے کہا ہے فیما لم نمکنکم فیه ۔ [۳]

قل ھو اللہ احد ۔ (سورۃ الاخلاص : ۱)

الکسائی اور سیبویہ کا خیال ہے کہ ' ھو ' اس مقام پر عماد ہے (کوفی ضمیر فصل کو عماد کہتے ہیں)

الفرّاء کہتے ہیں ' ھو ' کو عماد کہنا درست نہیں ۔ عماد کے بعد فعل کا ہونا ضروری ہے ۔ جیسے ' انه قام زید ' میں ' ہ ' کو عماد کہا جا سکتا ہے مگر اس مقام پر ' ھو ' کے بعد کوئی فعل نہیں ہے ۔ [۴]

الفرّاء کے معاصر نحویوں میں سے ابو عبیدۃ کی تفسیر ' مجاز القرآن ' ہمارے ہاتھوں میں ہے ۔ ابو عبیدۃ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۰ھ میں وفات پائی ۔ آپ عمر میں الفرّاء سے بڑے تھے ۔ دونوں نے یونس بن

۱۔ مجالس ثعلب مطبوعہ دارالمعارف بمصر صہ ۲۶۷/۱ ۔

(۲) مجالس ثعلب صہ ۳۰۷ ۔

(۳) مجالس ثعلب صہ ۲۶۷

۴ ۔ مجالس ثعلب صہ ۴۲۲ ۔

حبیب البصری سے اکتسابِ علم کیا۔ ابو عبیدۃ کی تفسیر بھی مذکورۃ الصدر تقسیم کے مطابق دوسری قسم کی تفسیر ہے لیکن ان دونوں میں قدرِ مشترک بہت ہی کم ہے۔ ابو عبیدۃ نے اختلاف القراءات پر کہیں شاذ و نادر ہی بحث کی ہے اسی طرح نحوی مسائل میں بہت کم بحث کی ہے۔ ان کے ہاں ہمیں زیادہ تر لغوی بحث ملتی ہے اور وہ بھی مختصر طور پر۔ الفرّاء لغت سے کم بحث کرتے ہیں اور نحوی بحث پر زیادہ زور صرف کرتے ہیں۔ الفرّاء شانِ نزول بتانے کے ساتھ روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ ابو عبیدۃ کی تفسیر میں یہ دونوں پہلو نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ 'مجاز القرآن' میں ان ابحاث کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ابو عبیدۃ نے اس کتاب میں مجاز کو اپنا عنوان بنایا ہے۔ معانی القرآن ان کی مستقل تصنیف ہے جس کا سراغ اب تک نہیں مل سکا ہے۔

تفسیر طبری سے موازنہ

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ۲۲۴ھ میں 'آمل۔ طبرستان' میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بیشتر حصہ بغداد میں گذارا۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی دو کتابوں تاریخ طبری اور تفسیر طبری نے انھیں زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ تفسیر طبری تیسری قسم کی تفسیر ہے اور اس میں روایات جمع کرنے کے ساتھ نحو و لغت کی تشریح پوری طرح کی گئی ہے اس سے پیشتر اس قسم کی کوئی جامع تفسیر نہیں لکھی گئی۔ معانی القرآن اور 'تفسیر طبری' کی ابحاث میں بڑی حد تک اشتراک ہے۔ اب دونوں تفاسیر کی روشنی میں چند آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

ثم استوٰی الی السماء فسوّاھنّ سبع سمٰوات (البقرۃ ۲۹)

"استوی" کا لفظ عربی زبان میں دو طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک ہے استوی الرجل (بغیر صلہ کے) اس کا مطلب ہے کہ وہ انتہائے شباب کو پہنچ گیا یا سیدھا کھڑا ہو گیا۔ دوسرا طریقِ استعمال ہے استوی علی اور استوی الی یعنی علی، الی کے صلہ کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہوتا ہے متوجہ ہونا۔ توجہ کرنا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے:

کان مقبلاً علی فلان ثم استوی علیّ او الیّ یشا تمنی۔

استوی الی السماء کا یہی معنی ہے۔ یعنی پھر سماء کی طرف توجہ کی۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس نے استوی الی السماء کا مطلب 'صعد' لیا ہے۔ معانی القرآن۔ للفراء۔

تنبیہ: آیۂ کریمہ ’’الرحمٰن علی العرش استوی‘‘ (طٰہٰ : ۵) مفسرین کے ہاں معرکۃ الآراء آیت ہے۔ اگر الفراد کے بتائے ہوئے اس قاعدہ کو مدِ نظر رکھا جائے تو آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ اب اسی آیت کی تشریح طبری صاحب کی بحث کی روشنی میں دیکھئے۔

ابو جعفر طبری کا انداز بیان یہ ہے کہ سب سے پہلے لفظ کے لغوی پہلو پر بحث کرتے ہیں، اس کے بعد صحابہ و تابعین کے اقوال پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد جس رائے کو ترجیح دینا ہو اس پر دلائل دیتے ہیں۔

ابو جعفر کہتے ہیں ’استوی‘ کے عربی زبان میں متعدد معانی ہیں:

۱۔ انتہاء شباب الرجل وقوتہ۔ کتولک ’’قد استوی الرجل‘‘
قوت و شباب کا درجۂ کمال تک پہنچ جانا۔

۲۔ استقامۃ ما کان فیہ اود من الامور والاسباب کتولک (استوی لفلانٍ أمرہ)
کسی معاملات یا اسباب کی کجی (کمی) درست (دور) ہونے کے لئے بھی بولا جاتا ہے
اذا ستقام لعداود۔

۳۔ الاقبال علی الیشی۔ کسی چیز کی طرف توجہ کرنا۔

۴۔ الاحتیاز والاستیلاء۔ قبضہ میں لینا اور تسلط حاصل کرنا۔ کتولک ’ استوی فلان علی المملکۃ ‘۔

۵۔ العلو والارتفاع۔ بلند ہونا۔ بلندی پر چڑھنا۔ کتولک ’استوی فلان علی سریرہ‘۔

اس کے بعد مخصوص انداز میں علماء کی آراء پیش کی ہیں اور آخر میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرے نزدیک بہترین معنی چوتھے اور پانچویں ہیں۔

یعنی علا علیہن وارتفع فدبرھن لقدرتہ وخلقھن سبع سماوات۔

ابو جعفر طبری نے ’استوی‘ کا مطلب ’اقبل‘ (۳) بیان کرنے والوں کی (جن میں الفراء بھی ہیں) بڑی شدت سے تردید کی ہے۔

افکان مدبرا عن السماء ثم اقبل فان زعم (ذلک القائل) انہ اقبال تدبیر

قیل لہ: فکذلک فقل علا علیہن علو ملک اوسلطان، لا علو انتقال و زوال۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق و انتم تعلمون۔ (البقرۃ : ۴۲)

ابوجعفر طبری نے 'تکمتوا' میں دو وجوہ بتائی ہیں ایک تو یہ کہ 'تکمتوا الحق'، 'تلبسوا الحق' پر عطف ہے اور لا کی وجہ سے موضع جزم میں ہے۔ مطلب ہوگا

ولا تلبسوا الحق بالباطل ولا تکتموا الحق و انتم تعلمون۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ 'تکتموا الحق' تلبسوا الحق پر عطف نہیں بلکہ یہ الگ جملہ ہے اور یہود کے کتمانِ جزم ہے لیکن اس کے باوجود مجزوم رہے گا اور اس صورت کو نحویوں کی اصطلاح میں 'صرف' کہا جاتا ہے۔ جیساکہ اس شعر میں ہے ؎

لا تنہ عن خلق و تاتی مثلہ   عار علیک اذا فعلت عظیم

الفراء نے بھی اس مقام پر یہی دو وجوہ بتائی ہیں اور صرف میں یہی شعر پیش کیا ہے لیکن اپنے امتیازی اسلوبِ بیان کے باعث پہلے وہ 'صرف' کی تعریف پھر امثلہ پیش کرتے ہیں؛

فان قیل: ما الصرف؟ قلت: ان تاتی بالواو معطوفۃ علی کلام فی اولہ حادثۃ لا تستقیم اعادتھا علی ما عطف علیھا۔

یقول الشاعر ؎

لا تنہ عن خلق و تاتی مثلہ   عار علیک اذا فعلت عظیم

اور ایسا کلام عرب میں بے شمار ہے۔ العرب تقول، لست لابی ان لم اقتلک او تذھب نفسی ۔ اس جملے میں 'تذھب'، لم اقتلک کا معطوف ہے لیکن 'لم' کے لفظ کو مذہب کے ساتھ نہیں لگا سکتے ورنہ مطلب برعکس ہو جائے گا۔

ویقولون۔ واللہ لا ضربنک او تسبقنی فی الارض۔

اور اسی سے ہے لو ترکت والاسد لأکلک ۔ ولو خلیت و رأیک لضللت۔

فجعلنا ھا نکالاً لما بین یدیھا۔ (البقرۃ : ۶۶)

اس مقام پر الفراء نے 'المسخۃ' کو 'ھا' ضمیر کا مرجع بنایا ہے اور آیت کا یوں مطلب بیان کیا ہے

ہم نے انھیں (الذین اعتدوا فی السبت) گزشتہ اور آئندہ گناہوں کے سبب سے مسخ کر دیا۔

ابوجعفر طبری نے اس مقام پر اپنے مخصوص انداز سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

ھا۔ ضمیر کا عائد مسخة ہے۔

ھا۔ ضمیر کا مرجع قریة ہے۔

۱۔ ہم نے اس مسخ کو گزشتہ اور آئندہ اقوام کے لئے باعثِ عبرت بنایا۔

۲۔ ہم نے ان کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کی وجہ سے ان کو مسخ کر دیا۔

۳۔ ہم نے بستی کو گزشتہ اور آئندہ بستیوں کے لئے باعثِ عبرت بنا دیا۔

۴۔ ہم نے ان لوگوں کو گزشتہ گناہوں اور موجودہ شکار کے سبب سے یہ سزا دی۔

۵۔ یہ لوگ اس سے قبل بھی سبت کے روز شکار کرتے رہے اب بھی کیا۔ ان دونوں شکاروں گزشتہ اور موجودہ کی وجہ سے ہم نے انھیں عذاب میں مبتلا کر دیا۔

۶۔ ہم نے ان لوگوں کو ماخلا من الذنوب کی وجہ سے یہ سزا دی تاکہ آئندہ اقوام کے لئے باعثِ عبرت ہو۔

اتنے اقوال نقل کرنے کے بعد ابوجعفر طبری نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے جس رائے کا اظہار 'معانی القرآن' میں کیا گیا ہے۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللّٰہ۔ (البقرۃ: ۸۳)

اس آیت میں لفظ 'لا تعبدون' کی بحث خالص نحوی بحث ہے۔ کشاف اور بیضاوی نے بھی اس مقام پر مبسوط ابحاث حوالۂ قلم کی ہیں لیکن وہ سب الفراء اور طبری سے ماخوذ ہیں۔ اس مقام پر ابوجعفر طبری کہتے ہیں 'لا تعبدون' مرفوع ہے۔ قاعدہ ہے کہ جس فعل سے قبل 'اَن' آسکتا ہو اگر اس پر 'اَن' نہ داخل کیا جائے تو وہ مرفوع رہے گا۔ جیسا کہ آیت

قل افغیر اللّٰہ تامرونی اعبدُ ایھا الجاھلون۔ (الزمر: ۶۴)

میں لفظ 'اعبد' مرفوع ہے۔ اسی طرح اس مقام پر 'لا تعبدون' پر 'ان' داخل ہو سکتا تھا مگر چونکہ 'ان' داخل نہیں کیا گیا اس لئے اسے مرفوع ہی پڑھا جائے گا۔ انتہی بحث ابی جعفر طبری۔

فائدہ ـ فعل کے مرفوع ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مضارع کے صیغۂ واحد کے آخری حرف پر پیش پڑھی جائے اور تثنیہ و جمع کے صیغوں کا نون برقرار رکھا جائے۔

الفراء کہتے ہیں کہ یہاں لفظ 'لاتعبدون' کو تین طرح سے پڑھا جاسکتا ہے:

لاتعبدون - لاتعبدوا - لایعبدون۔

لاتعبدون پڑھنے کی وجہ وہی ہے جو ابوجعفر نے بیان کی ہے اس حالت میں 'لاتعبدون' کو نحوی ترکیب کے لحاظ سے خبر قرار دیں گے۔ 'ابی' نے اسے لاتعبدو بصیغۂ نہی پڑھا ہے۔ لیکن اس مقام پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ 'لاتعبدوا' جوابِ قسم ہونے کی وجہ سے مجزوم نہیں۔ اس لئے کہ امر و نہی جوابِ قسم نہیں بن سکتے اور لاتعبدوا اس مقام پر نہی ہے۔ واللہ قم (جب کہ جوابِ قسم امر ہو) اور واللہ لاتقم (جب کہ جوابِ قسم نہی ہو) کہنا عربی قواعد کے خلاف ہے۔

'لاتعبدوا' کے نہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'وقولوا للناس حسنا'۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے 'لاتفعلوا ھکذا وافعلوا ھکذا۔

وجۂ سوم اگر 'لاتعبدون' کو جواب قسم بنا دیا جائے تو اس صورت میں تعبدون اور یعبدون دونوں طرح سے پڑھنا درست ہوگا۔ جس طرح کہ روزمرہ میں کہا جاتا ہے:

استحلفت عبداللہ لتقولن (حاضر کے صیغہ کے ساتھ)

استحلفت عبداللہ لیقولن (غائب کے صیغہ کے ساتھ)۔ ایسے ہی

قالوا تقاسموا باللہ لنبیتنّہ واھلہ (سورۃ النحل: ۴۹) میں لفظ نبیتنّہ' (متکلم) کو آپ لتبیتنّہ (مخاطب) اور لیبیتنّہ (غائب) بھی پڑھ سکتے ہیں۔

واذا قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا۔ (آل عمران: ۵۵)

ابوجعفر نے اس مقام پر اپنے مخصوص انداز میں صحابہ و تابعین کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں:

۱ - وفاۃ نوم ورافعک الی ـ قول الربیع والحسن۔

۲ - قابضک من الارض فرافعک الی ـ قول مطر الوراق ـ الحسن ـ ابن جریج ـ کعب الاحبار ـ محمد بن جعفر بن الزبیر۔

۳ - انی متوفیک وفاۃ نوم - قول ابن عباس و وھب بن منبہ -

ابو جعفر نے اس مقام پر قول ثانی کو ترجیح دی ہے - الفرّاء نے اس مقام پر پہلے دو اقوال نقل کئے ہیں لیکن کسی کو ترجیح نہیں دی -

بعض علماء نے اس آیت کو "تقدیم تاخیر" پر محمول کیا ہے -

وعلی الّذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین - (البقرۃ : ۱۸۴)

یطیقون الصوم او یطیقون الفدیۃ - جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں یا فدیہ کی طاقت رکھتے ہیں - الفرّاء اور ابو جعفر دونوں نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے - اس جگہ الفرّاء کی بحث انتہائی مختصر اور ابو جعفر کی بحث بے حد طویل ہے -

---

واذا سالک عبادی عنی فانّی قریب (البقرۃ : ۱۸۶) -

اِس آیت کے شان نزول میں الفرّاء نے مندرجہ ذیل آراء کا اظہار کیا ہے -

مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا :

کیف یکون ربنا قریب یسمع دعاءنا وانت تخبرنا ان بیننا و بینہ سبع سموات غلظ کل سماء مسیرۃ خمسمأۃ عام و بینھما مثل ذلک -

"آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اور ہمارے درمیان سات موٹی تہوں والے آسمان حائل ہیں ہر آسمان کا دوسرے آسمان تک پانچسو برس کا فاصلہ ہے پھر ہمارا رب ہماری دعاؤں کو کیسے سُن سکتا ہے ؟" تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی -

ابن جریر طبری نے اس مقام پر مندرجہ ذیل اقوال نقل کئے ہیں :

۱ - نزلت فی سائل سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اقریب ربنا فنناجیہ ام بعید فنناویہ ؟ فانزل اللہ "واذا سالک عبادی" الخ -

ایک شخص نے دریافت کیا - کیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے کہ ہم سرگوشی میں اس سے دعاء کیا کریں یا ہم سے دور ہے کہ ہم بآواز بلند دعاء مانگیں -

تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب آیت 'ادعونی استجب لکم' نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے سوال کیا الی این ندعوہ ؟ ہم کہاں تک (یا کتنی بلند آواز تک) اپنے رب کو پکارتے رہیں۔

تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳۔ بعض لوگوں نے سوال کیا کیف ندعو ؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

الغرض، توضیح اعراب میں الفراء کی امتیازی شان کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، دوسری طرف صحابہ و تابعین کے اقوال جمع کرنے اور ان کی روشنی میں تفسیر کی وہ کوشش جو ابوجعفر الطبری نے کی، اُمت پر بڑا احسان ہے۔

صدرِ اوّل کے ان علماء نے خدمت قرآن کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ ہم بارگاہِ رب العزۃ میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیک اور پُر خلوص کوششیں قبول فرمائے۔ اور ہمیں بھی سلف صالحین کی طرح دین میں تحقیق کرنے، قرآن مجید میں تفکر و تدبر کرنے، اور نورِ قرآن سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔